(غلام گردش)

سلیکٹڈ وزیراعظم؟

جنرل ضیاء الحق ملک کے بلاشرکت غیرے مالک تھے۔انکے لیے کسی قسم کا کوئی بڑا سیاسی مسئلہ موجود نہیں تھا۔ ہر طرف انکا طوطی بولتا تھا۔ پاکستان ستر کی دہائی سے نکل کر اَسی کی دہائی میں آچکا تھا۔ جنرل صاحب لاہور آئے ہوئے تھے۔ پہلے گاف کھیلی اور اسکے بعد اپنے ایک دوست کے پاس گلبرگ چلے گئے۔انکا دوست جسے احتراماً خان صاحب کہا جاتا تھا، حد درجہ ذہین اور بہت بڑا کاروباری انسان تھا۔افریقہ میں انتہائی غربت کی حالت میں گیا اور وہاں بیس پچیس برس محنت کرنے کے بعد ایک تعمیراتی کمپنی بنائی۔اس کمپنی کا نام بھی خان اینڈ کمپنی تھا۔خان صاحب نے پورے افریقہ میں بہت بڑے بڑے تعمیراتی کام کیے۔اکثر ملکوں کے صدور، وزراء اعظم اور اہم لوگ انکے ذاتی دوست بن چکے تھے۔خان کنسٹرکشن کمپنی نے بے مثال ترقی کی اور وہ امیر سے امیر تر ہوتے چلے گئے۔آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے پرائیویٹ جہاز استعمال کرتے تھے۔معاملہ فہمی اس شخص پر ختم تھی۔ پاکستان آئے، تو ضیاء الحق سے انکے ذاتی تعلقات بن گئے۔شفیقہ ضیاء الحق، جو کہ خاتون اول تھی، انکی بہنوں کی طرح تھیں۔ جنرل ضیاء الحق سے انکا ادب واحترام کا رشتہ تھا۔صدر صاحب، خان صاحب کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے تھے۔ان سے مشورہ کرتے رہتے تھے۔اسلیے بھی کہ خان صاحب، جنرل ضیاء سے کچھ بھی مانگتے نہیں تھے۔ضیاء الحق ان پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔خان صاحب نے کبھی انکے اعتماد کو دھوکہ نہیں دیا تھا۔ جنرل صاحب کی ذاتی خوبیوں سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ متین، بامروت اور ذاتی زندگی میں سادہ انسان تھے۔خان صاحب، انکی ذاتی زندگی کے قابل اعتماد دوست تھے۔ ویسے کبھی کبھی صدر صاحب انہیں کہتے تھے کہ آپکو سیاست میں لے آتا ہوں۔عہدہ مانگو، دے دیتا ہوں۔مگر خان صاحب کو دوستی کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا نایاب فن آتا تھا۔انہوں نے کبھی بھی جنرل صاحب سے کوئی فائدہ نہیں لیا۔انکے صاحبزادے ضرور سیاست میں آئے اور نواز شریف کی وزارت اعلیٰ کے دور میں وزیر رہے۔ بعد میں، پرویز مشرف کے دور میں صحت کے مرکزی وزیر رہے۔

بات جنرل صاحب کی ہو رہی تھی۔گلبرگ میں خان صاحب کے وسیع وعریض ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔گورنر جیلانی بھی شریکِ محفل تھے۔حد درجہ بے تکلفی کا ماحول تھا۔خان صاحب نے موقعہ غنیمت جان کر جنرل صاحب کو کہا کہ ایک نوجوان وزیر ملنا چاہتا ہے۔آپکو وزارت اعلیٰ کا فیصلہ کرنا ہے۔بہتر ہے آپ اس سے مل لیں۔ جنرل صاحب نے انکار کر دیا کہ پنجاب کی وزارت اعلیٰ کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ایک زمیندارا گھرانے کے پختہ عمر کے منجھے ہوئے سیاستدان کو دی جائیگی۔ جنرل جیلانی مکمل طور پر خاموش تھے۔انکی ہمت نہیں تھی کہ صدر کے موڈ کے خلاف کوئی بات کر سکیں۔خان صاحب نے صدر کو کہا کہ ملنے میں کیا حرج ہے۔وہ نوجوان کافی دیر سے برامدے میں انتظار کر رہا ہے۔صدر صاحب نے کہا کہ چلیے بلا لیں۔ملازم، نوجوان کو ڈرائنگ روم میں لیکر آیا۔وہ خاموشی اور ادب سے کونے میں بیٹھ گیا۔خان صاحب نے کہا کہ آپ، نوجوان اور انکے خاندان کو بخوبی جانتے ہیں۔مشورہ ہے کہ انکو وزیراعلیٰ بنا دیا جائے۔ جنرل صاحب مکمل طور پر خاموش رہے۔یہ نوجوان، نواز شریف تھا۔باتیں ہونے لگیں۔نواز شریف نے خان صاحب

کوکہا کہ میرا چھوٹا بھائی کافی دیر سے برامدے میں بیٹھا ہے۔اسکو بھی اندر بلالیں۔چنانچہ انکو بھی اندر طلب کرلیا گیا۔یہ شہباز شریف تھا۔جنرل صاحب،کافی دیر تک دونوں سے بات کرتے رہے۔آدھے پون گھنٹے کی ملاقات کے بعد خان صاحب نے دونوں بھائیوں کو واپس جانے کا اشارہ کردیا۔دونوں بھائی گاڑی میں بیٹھ کر واپس چلے گئے۔اب ڈرائنگ روم میں بحث شروع ہوگئی کہ وزارت اعلیٰ کس کو ملنی چاہیے۔جنرل صاحب،اپنا ذہن،ایک بزرگ سیاستدان کے متعلق بنا چکے تھے۔فیصلہ تبدیل کرنا نہیں چاہتے تھے۔مگر خان صاحب،بڑے تدبر سے نواز شریف کی وزارت اعلیٰ کا مقدمہ لڑ رہے تھے۔جنرل ضیاء نے،جیلانی صاحب کی طرف رخ کیا اور مشورہ مانگا کہ کیا کرنا چاہیے۔جنرل جیلانی ایک زیرک انسان تھے۔کہنے لگے بہت بڑے کاروباری باپ کا بیٹا ہے۔روپیہ پیسے کی کوئی کمی نہیں۔اس شخص کا سب سے بڑا امیرٹ یہ ہوگا کہ دولت اسکے لیے بے معنی ہے،لہذا یہ کسی قسم کی مالی بددیانتی کا مرتکب نہیں ہوگا۔اسے دولت کی کوئی ہوس نہیں ہوگی۔وزیراعلیٰ بنانا آپ نے ہے۔قرائن یہ ہیں کہ یہ نوجوان بچپن سے امیر ہے،لہذا ایمانداری سے کام کریگا۔خان صاحب نے بھی اسکی تائید کردی۔ضیاء الحق نے سوچنا شروع کردیا۔خان صاحب اور جنرل جیلانی دلیل پر بات کررہے تھے۔جنرل ضیاء نے ایک انتہائی عجیب بات کی۔کہ یہ دوسرا بھائی جو اندر آیا تھا،اسکا کیا نام ہے۔بتایا گیا کہ یہ چھوٹا بھائی ہے اور نام شہباز شریف ہے۔جنرل ضیاء مکمل طور پر خاموش ہوگئے۔سارے کمرے میں سکوت تھا۔جنرل ضیاء نے شائستگی سے کہا کہ اسکو پنجاب میں کسی قسم کا عہدہ نہیں ملنا چاہیے۔میں نے اسکی آنکھوں میں بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔جنرل صاحب نے مزید منفی جملے کہے،جو میں یہاں درج نہیں کرسکتا۔بہرحال نواز شریف کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔اور بھی بہت سے عوامل ہونگے۔لابیز ہونگیں مگر خان صاحب اور جنرل جیلانی کی رائے سب پر مقدم تھی۔خان صاحب کا پورا نام اسلم خان تھا اور وہ وفاقی وزیر نصیر خان کے والد محترم تھے۔یہ حقیقت ہے کہ جنرل جیلانی اور اسلم خان کی گارنٹی پر نواز شریف کو وزارت اعلیٰ دی گئی۔جنرل ضیاء کو یہ دلیل بھا گئی کہ یہ نوجوان امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔لہذا کسی قسم کی مالیاتی کرپشن میں ملوث نہیں ہوگا۔اس واقعہ نے پنجاب بلکہ پاکستان کی سیاسی تقدیر بدل کر رکھ دی۔

نواز شریف نے وزیراعلیٰ بننے کے بعد سرکاری ملازمین میں اپنی مضبوط لابی بنائی۔جس میں سعید مہدی،انور زاہد،پرویز مسعود،شیر دل،رانا مقبول اور چند دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔نواز شریف کی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے بیوروکریسی میں قابل اور اہل لوگوں کو اپنے نزدیک کرلیا۔اس عادت نے انہیں حد درجہ فائدہ پہنچایا اور نقصان بھی۔اسکا ذکر میں پھر کبھی کرونگا۔ویسے شہباز شریف کے متعلق جنرل ضیاء الحق نے جو کہا تھا،وقت نے وہ سو فیصد درست ثابت کیا۔متعدد بار،پنجاب کے وزیراعلیٰ رہنے کے باوجود انکا کوئی سیاسی گروہ نہیں ہے۔اصل ووٹ اور سیاسی طاقت نواز شریف ہی ہے۔باخبر لوگ بھی جانتے ہیں اور ادارے بھی۔جہاں تک عوام کا تعلق ہے،انہیں سینکڑوں برس سے سچ نہیں بتایا جاتا ہے۔مگر ان تمام واقعات میں ایک سقم رہ گیا۔دولت کی ریل پیل کے باوجود،مزید دولت حاصل کرنے کی عملی خواہش نے اَل شریف کو ایک ایسے عذاب میں مبتلا کردیا جسکی حدت سے اس وقت وہ تمام گزر رہے ہیں۔نواز شریف ایمانداری کے اس معیار پر پورا نہیں اُتر سکا،جسکی توقع انکے سیاسی معماروں نے کی تھی۔بہرحال مقدر کا اپنا دھارا ہے۔اسکو کوئی بھی تبدیل نہیں کرسکتا۔

آج کل سیاسی جلسوں اور جلوسوں میں سلیکٹڈ وزیراعظم کی لفظی ترکیب استعمال کی جارہی ہے۔سیاستدانوں کا کام ہے کہ اپنا اُلوسیدھا کرنے کیلئے سیاسی حریف کو ہمیشہ آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔عوام میں کوئی بھی ایسا تاثر پیش کرتے ہیں جس سے انہیں فائدہ ہواورانکے سیاسی مخالفین گھبرائے رہیں۔اس وقت دیکھا جائے تو پیپلز پارٹی اورن لیگ،کاہرجیدرہنما،عمران خان کوسلیکٹڈ وزیراعظم ہونے کا طعنہ دے رہا ہے۔لوگوں کوکہا جارہا ہے کہ موجودہ وزیراعظم کوریاستی اداروں نے سلیکٹ کیا ہے۔اسے کٹھ پتلی وزیراعظم بتایا جارہا ہے۔میرا کسی سیاسی پارٹی سے کوئی لینا دینا نہیں۔اس سے بھی غرض نہیں کہ کون وزیراعظم بنے۔بہت زیادہ دور کی بات نہیں کرنا چاہتا۔گزشتہ پنتیس چالیس برس میں ایک وزیراعظم بتادیجئے جومقتدراداروں کی مرضی کے بغیر آیا ہو۔جونیجوصاحب انتہائی محترم اورایماندار وزیراعظم تھے۔آج تک آنے والے وزراء اعظم سے انتہائی بلند۔مگرکیا وہ واقعی پارلیمنٹ کے ذریعے سے وزیراعظم بنے تھے۔کیا جنرل ضیاء نے انہیں پیرصاحب پگاڑا کی سفارش پرمسنداعلیٰ پرفائزنہیں کیا تھا۔کیا تمام صوبوں کے وزراء اعلیٰ،صدرضیاء کی آشیرباد سے تخت پرنہیں بیٹھے تھے۔کیا پیپلز پارٹی،اس اَمر سے انحراف کرسکتی ہے کہ بینظیر بھٹوکومقتدراداروں نے تمام شرائط منواکروزیراعظم بننے کی اجازت دی تھی۔کیا ہم بھول چکے ہیں کہ وزیراعظم بینظیرکوایٹمی اثاثوں کی طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔خارجہ پالیسی پربھی انکا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔کیا بینظیر،کہوٹہ تشریف لے جاسکتی تھیں۔صاحبان،قطعاً نہیں۔کیا کوئی اس اَمر سے اختلاف کرسکتا ہے کہ جنرل ضیاء کے مرنے کے بعدعسکری اداروں نے براہِ راست نوازشریف کی ہرطریقے سے سرپرستی اورمعاونت نہیں کی تھی۔کیا آئی جی آئی کی ٹکٹوں کی تقسیم میں جنرل حمیدگُل بذاتِ خود،ڈی جی آئی ایس آئی کے طور پرتمام فیصلے نہیں کرتے تھے۔کیا بینظیرکوہرطریقے سے ایذا پہنچانے کی ذمہ داری نوازشریف کونہیں دی گئی تھی۔آپ اسکوبھی جانے دیجئے۔کیا1990 کے الیکشن کا تاج نوازشریف کے سرپرنہیں سجایا گیا تھا۔یہ سب کچھ مقتدراداروں کی مرضی کے بغیر ہوا تھا۔دوبار بینظیراورتین بارنوازشریف،وزیراعظم خوبخود بن گئے تھے۔کیا وہ صرف ووٹ کی طاقت سے اقتدار میں آئے تھے۔1999 سے لیکراگلے دس سال جنرل پرویزمشرف کی مرضی کے بغیرکوئی شخص وزیراعظم یاوزیراعلیٰ نہیں بن سکتا تھا۔کیا 2008 میں شہبازشریف کووزارتِ اعلیٰ پنجاب،جنرل کیانی کی آشیرباد کے بغیرحاصل ہوئی تھی۔کیا واقعی جنرل پرویزمشرف نے بارہا یہ نہیں کہا کہ انکے جانشین نے الیکشن میں انہیں دھوکہ دیا اوراَل شریف کونوازا۔جنرل کیانی نے کیا پیپلز پارٹی کے آصف زرداری کوصدر بنانے کی راہ ہموارنہیں کی۔کیا تیس پنتیس برس میں ایک بھی اہم عہدہ،ریاستی اداروں کی مرضی کے بغیر دیا گیا ہے۔یہ وہ سوالات ہیں جنکا جواب ہرایک کومعلوم ہے۔بلکہ اَزبر ہے۔مگردکھ اس بات کا ہے کہ ان سیاسی اکابرین نے ہمارے ملک میں بددیانتی کا وہ کلچرقائم کردیا،جس سے باہرنکلنا قطعاً ممکن نہیں ہے۔کوئی بھی اس بدعنوانی پرمبنی سوشل انجینئرنگ کودرست نہیں کرسکتا۔گزارش صرف ایک ہے۔کم ازکم سیاسی تاریخ کومسخ نہ کریں۔اس پرجھوٹ نہ بولیں۔یہاں توسب کچھ ہی سلیکشن پر ہے۔ہاں،اب اس میں بین الاقوامی طاقتیں بھی فریق بن چکی ہیں! کیا آج اَل شریف اورزرداری سلیکٹ ہونے کی بھرپورکوشش نہیں کررہے؟

راؤمنظرحیات